بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

دارالعلوم دیوبند اور خاندان قاسمی سے لدھیانہ کے معزز خاندان علماء کا تاریخی مخلصانہ تعلق رہا ہے پنجاب کے بہت سے شہر ہیں، لیکن تقسیم ملک سے قبل اپنے علمی اخلاقی اور سیاسی دائروں میں علمائے لدھیانہ بایں معنیٰ خصوصیت وامتیاز کے حامل رہے ہیں، کہ حالات ملک کی سازگاری اور ناسازگاری کے دونوں زمانوں میں ان کی دارالعلوم دیوبند سے وابستگی کے ساتھ ملی خدمات کی ہمت وعزیمت ایمانی میں کبھی ذرہ برابر کمی نہیں آئی۔

راقم الحروف نے اپنے عہد طالب علمی میں اور کچھ عرصے تک اس کے بعد بھی جن بزرگان لدھیانہ کو بار بار دیکھا اور اپنی نوعمری کے باوجود ان کی ہمت وعزیمت کا اندازہ کیا ان میں خاص طور پر حضرت مولانا محمد نعیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے وقتا فوقتا اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ سے اکثر بیشتر ملنے کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ کی بزرگان دیوبند کے ساتھ جو تعلق ہیں غیر معمولی پختگی تھی سیاسی خدمات کے دوران بھی اس کی برقراری کبھی متاثر نہیں ہوئی، ان کے شریک عمل حضرات علماء کی جانب سے کسی پیش آمدہ سیاسی مسئلے میں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کو اگر کوئی کمی محسوس ہوئی تو وہ اس کی مصلحت کو اور اس سے حاصل ہونے والے وقتی مفاد کو کسی قیمت پر انگیز کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے، اور دوسری جانب اس اختلاف کے باوجود ان کا رابطہ اخلاص حسب سابق مکمل طور پر برقرار رہتا تھا، چنانچہ حصول آزادی کی جنگ میں جب ہندو مسلم اتحاد کے نعرہ نے وسعت اختیار کی اور مسلمان زعمائے وقت میں سے بیشتر اس کے مؤید بن گئے لیکن حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ اس ہندو مسلم اتحاد کے نعرہ پر خاموش رہے، جس کا بڑی حد تک عامۃ المسلمین پر یہ اثر پڑا کہ وہ بھی اس کی تائید سے باز رہے مسلم زعما نے حضرت تھانویؒ کے سکوت کے وسیع پیمانے پر ملک میں اثرات کو دیکھ کر تشویش محسوس کی ان کی اس بارے میں مساعی کی تفصیل کے بغیر قابل ذکر یہ ہے کہ علمائے کرام کا ایک بڑا طبقہ حضرت کے سکوت سے یہ سمجھ گیا کہ حضرت تھانویؒ اس کے مؤید نہیں ہیں جبکہ کچھ عرصہ بعد حضرت تھانویؒ نے لوگوں کے اصرار پر فرمایا کہ ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ ہی بنیادی طور پر صحیح نہیں ہے، کیونکہ اتحاد کے معنی یہ ہیں کہ دونوں قوموں کی یکتائی کی خصوصیت ختم ہو جائے، یعنی نہ ہندو ہندو رہے اور نہ مسلم مسلم رہے، اور یہ اتحاد جب ہی ممکن ہے کہ جب شرک وتوحید میں اتحاد ہو جائے، اور یہ ممکن نہیں ہے تو وہ اتحاد بھی ممکن نہیں، اس لئے نعرہ اتحاد کے بجائے تعبیری فرق کر کے "ہندو مسلم اتفاق" کی دعوت دی جانی چاہیئے تھی، اس کے بعد مسلک حق سے وابستہ علمائے لدھیانہ وغیرہ نے اس تعبیر سلیم کا پورا پورا حق اپنی حدود میں اس خوبصورتی سے ادا کیا کہ ہندو مسلم اتفاق کے ذریعہ مقصد بھی پورا ہو گیا، اور اسی بنیاد پر مسلک سے کسی انحراف کا خدشہ بھی باقی نہیں رہا۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں یہ بھی شامل تھا، اپنے افراد سے کسی رائے میں اختلاف ہوتا تو اپنی رائے کی ترجیح میں یہ فرمایا کرتے تھے، جب میٹھی دہی سے اچھا ذائقہ آسکتا ہے تو کھٹی کیوں لیجائے۔

راقم الحروف کو حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب سے دور طالب علمی ہی میں کئی بار شرف ملاقات ملا اور ان کے لطائف بھی سنے مگر اب وہ یادداشت میں محفوظ نہیں، ایسے ہی حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب سے قریبی رابطہ ان کے دو چھوٹے صاحب زادگان مولوی سعید الرحمٰن مرحوم اور مولوی محمد احمد مرحوم کا طالب علمی کے زمانہ میں احقر اور احقر کے گھرانے سے قدیم خاندانی روابط کے تحت بہت اپنائیت کا تعلق رہا، انہی دونوں کے واسطے سے ان کے والد محترم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی سے جبکہ وہ دہلی میں مقیم تھے ملنا جلنا وقتا فوقتا ہوتا رہتا تھا۔

ایک بار مولوی سعید الرحمٰن کے ذریعہ مولانا حبیب الرحمٰن نے احقر کو دہلی بلایا اس وقت احقر کے والد ماجد حکیم الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند حج کے لئے تشریف لے جاچکے تھے، اور ان کی عدم موجودگی میں احقر سے کافی کام متعلق تھے، چنانچہ میں ان کے ساتھ مولانا حبیب الرحمٰن کی دعوت پر حاضر ہوا حسب عادت بزرگانہ شفقت سے ملے پھر فرمایا کہ یہ الکشن کا زمانہ ہے، میں نے آپ کا نام کانگریس پارٹی کی الکشن پبلیسیٹی کے لئے لکھوادیا ہے، اور سعید الرحمٰن کے ساتھ رہیگا، آپ کو حیدر آباد کے علاقے میں مختلف مقامات پر کانگریس کی تائید میں تقریریں کرنا ہونگی، میں یہ سن کر ان سیاسی دھندوں سے قطعاً بے علاقہ ہونے کی وجہ سے بڑا حیران ہوا اور میں نے باادب عرض کیا کہ حضرت میرا تو کوئی تعلق سیاسیات سے کبھی رہا ہی نہیں، نہ میں کسی پارٹی کا ممبر ہوں اور نہ مجھے اس بارے میں معلومات ہیں، اور نہ میں نے آج تک کسی سیاسی پارٹی کے پلیٹ فارم سے کوئی تقریر کی، اس لئے میں باادب اس سے معذرت خواہ ہوں، تو جواباً مولانا نے فرمایا کہ اگر یہ کام پہلے کبھی نہیں کیا تو اب کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر میں نے دوبارہ بڑی قوت سے اس کو قبول کرنے سے بوضاحت وقوت معذرت کردی تب مولانا نے معذرت قبول فرمائی، اور میں دیوبند واپس آگیا، اس واقعہ کے ذکر کا مقصد یہ ہے کہ مولانا حبیب الرحمٰن کا یہ عمل اور یہ فرمانا احقر کے گھرانے سے اسی محبانہ اپنائیت کے تحت تھا جو ہمیشہ سے ان کے معزز خاندان لدھیانہ سے قائم تھا، اور تقسیم ملک سے قبل یہ مخلصانہ تعلق طرفین میں کبھی الحمدللہ مضمحل نہیں ہوا، یہ مذکورہ باتیں جو حاشیہ خیال میں موجود تھیں اور ان کو کبھی قرطاس وقلم سے آشنائی حاصل نہیں ہوئی تھی، اب آپ کے فرمانے پر یہ بھولی بسری یادیں زیر قلم آگئیں، اللہ طرفین کے ان آسودۂ رحمت اکابر رحمھم اللہ کی مبنی بر اخلاص یادوں کو ہمارے قلب ودماغ کے نہاں خانوں میں محفوظ رکھے، اس مرحلے پر یہ پرخلوص دعا نے شعری صورت اختیار کرلی ہے کہ:۔

یہ یادیں کچھ مجھے مانوس سی محسوس ہوتی ہیں
خلوص دل کی ان میں کچھ نمی محسوس ہوتی ہے

(مولانا) محمد سالم قاسمی (صاحب)
مہتمم دار العلوم وقف دیوبند